جناب محمد اسعد عمر*

مولانا جلال الدین رومیؒ اور اُن کی مثنوی

صاحب مثنوی مولانا رومی کا نام محمد اور لقب جلال الدین تھا مولانا روم یا مولانا رومی کے نام سے مشہور اور معروف ہوئے، ۶ ربیع الاول ۶۰۴ھ کو افغانستان کے علاقہ بلخ میں پیدا ہوئے آپ کا سلسلہ نسب والد کی طرف سے سیدنا ابو بکر صدیقؓ سے ملتا ہے اور والدہ کی طرف سے سیدنا علی المرتضیٰؓ سے آپ کے والد ماجد کا نام بھی محمد، لقب بہاؤالدین اور خطاب سلطان العلماء تھا۔

مولانا رومی نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی بعد میں آپ کے والد نے اپنے شاگرد رشید اور مرید خاص مولانا برہان الدین کو آپ کا استاد اور اتالیق مقرر کیا، آپ کی تربیت ان ہی کے زیر سایہ ہوئی اور اکثر علوم وفنون بھی ان ہی سے حاصل کیے۔

۶۱۰ھ میں آپ کے والد مولانا بہاء الدین نے بلخ سے نیشاپور ہجرت کی اور یہیں قیام پذیر ہوئے مولانا روم بھی اپنے والد کے ہمراہ تھے حضرت خواجہ فرید الدین عطارؒ ملنے آئے اور اپنی مثنوی اسرار نامہ ہدیتاً آپ کو عنایت فرمایا اور آپ کے والد مولانا بہاء الدین کو ہدایت کی کہ اس جوہر قابل کی تربیت سے غافل نہ رہنا، یہ ایک دن غلغلہ برپا کرے گا اس وقت آپ کی عمر چھ برس تھی مولانا رومی کی شادی اٹھارہ سال کی عمر میں ہوئی ۶۲۶ھ میں والد کے ہمراہ قونیہ تشریف لے گئے اور یہیں رہنے لگے قونیہ میں دو سال گزارنے کے بعد ۶۲۸ھ میں آپ کے والد مولانا بہاؤالدین کا انتقال ہوا والد محترم کے انتقال کے بعد سلطان وقت اور تمام اکابر کے اتفاق رائے سے آپ اپنے والد ماجد کے جانشین مقرر ہوئے اور ان کے سلسلۂ درس و تدریس اور تلقین وارشاد کو بدستور جاری رکھا۔

۶۳۰ھ میں جب کہ آپ کی عمر چھبیس برس تھی مزید علوم وفنون کے اکتساب کے لئے شام کے شہر حلب میں آوارد ہوئے اور مدرسہ حلاویہ میں رہائش پذیر ہوکر کمال الدین ابن العدیم سے اکتساب

* ابن مولانا قاری محمد عمر علی، مہتمم جامعہ تحسین القرآن نوشہرہ

کیا۔اس کے بعد آپ دمشق تشریف لے گئے اور سات سال تک وہیں علمی پیاس بجھاتے رہے۔ دمشق میں بڑے بڑے مشائخ کی صحبت سے فیض یاب ہوئے جن میں شیخ محی الدین ابن عربی، شیخ سعد الدین حموی، شیخ عثمان رومی، شیخ اوحد الدین کرمانی اور شیخ صدر الدین قونوی شامل ہیں۔

دمشق میں علوم فنون کے اکتساب سے فارغ ہو کر واپس قونیہ تشریف لائے اور یہاں مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے آپ تمام مذاہب سے واقف ہو چکے تھے خاص کر علم کلام اور علم فقہ میں کامل دستگاہ رکھتے تھے فلسفہ وحکمت اور تصوف میں گوہر یکتا تھے آپ کا اکثر وقت درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور فتاوی نویسی میں صرف ہوتا تھا خلاصہ یہ کہ آپ علوم ظاہری میں مقتدا بن چکے تھے۔

۶۸۲ھ تک آپ کی یہ حالت برقرار رہی اس کے بعد آپ کی زندگی میں وہ عظیم اور عجیب انقلاب برپا ہو گیا جس کی وجہ سے آپ مولوی روم سے مولائے روم بنے اور اسی انقلاب اور واقعہ سے آپ کی زندگی کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے یہ واقعہ مولانا رومی کی شمس تبریزی سے ملاقات تھی اس ملاقات کے احوال بھی عجیب وغریب ہیں، جنکے بارے میں کئی روایتیں منقول ہیں البتہ ہم یہاں پر ایک روایت نقل کرتے ہیں۔

مولانا رومی ایک اپنے شاگردوں کے حلقہ میں جلوہ افروز تھے سامنے کتابوں کا ڈھیر تھا، دفعتاً شمس تبریزی ملنگوں کے سے انداز میں نمودار ہوئے اور کتابوں کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ مولانا رومی نے بے رخی سے جواب دیا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم نہیں جانتے یہ سن کر شمس تبریزی نے گہری نگاہ سے کتابوں کی طرف دیکھا اتنے میں کتابوں کے اندر آگ بھڑک اٹھی مولانا رومی نے شمس تبریزی سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ وہ ہے جس کو تم نہیں جانتے یہ کہہ کر اپنی راہ لی اس واقعہ کے بعد مولانا رومی کی حالت انتہائی بگڑ گئی، اہل وعیال، شان وشوکت اور تمام علمی مشاغل کو یکسر چھوڑ دیا اور شمس تبریزی کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، ملک کا گوشہ گوشہ اور چپہ چپہ چھان مارا مگر شمس تبریزی نہ ملے چونکہ مولانا رومی کی اس حالت سے ان کے مرید سخت پریشان اور مضطرب تھے اس لئے کہتے ہیں کہ مولانا کے کسی مرید نے شمس تبریزی کو قتل کر دیا۔

شمس تبریزی کی غیبت کے بعد مولانا کی حالت انتہائی دگرگوں ہو چکی تھی اسی اضطراب اور بے چینی کی حالت میں ایک دن صلاح الدین زرکوب کی دوکان کے سامنے سے گزر رہے تھے اور وہ

چاندی کے اوراق کوٹ رہے تھے مولانا پر ان کے ہتھوڑے کی آواز نے سماع کا اثر پیدا کر دیا، وہیں کھڑے کھڑے حالت وجد طاری ہوگئی آپ کو دیکھ کر صلاح الدین نے زرکوبی کا شغل چھوڑا اور آپ کی طرف لپکے اور آپ سے بغل گیر ہوئے اس وقت مولانا کی زبان پر یہ شعر جاری تھا۔

یکے گنجے پدیر آمد ازیں دکان زرکوبی   زہے صورت، زہے معنی، زہے خوبی، زہے خوبی

دونوں بزرگ جوش و مستی کی حالت میں ظہر سے عصر تک اسی کیفیت میں رہے، اس کے بعد صلاح الدین نے اپنی ساری دکان لٹا دی اور آپ کے ساتھ ہو لئے صلاح الدین خود بھی صاحب حال اور صاحب نسبت بزرگ تھے، مولانا رومی کو ان کی صحبت سے بہت تسلی اور تشفی ہوئی سپہ سالار کا بیان ہے مولانا رومی شمس تبریزی کی غیبت کے بعد صلاح الدین زرکوب کے مجرے میں چالیس دن تک چلہ کش رہے تھے اور اس دوران کھانا پینا اور لوگوں سے ملنا جلنا بالکل ترک کر دیا تھا غرض صلاح الدین زرکوب کی صحبت میں آپ نے نو سال گزارے۔

۶۶۸ھ میں صلاح الدین زرکوب کا انتقال ہوا ان کے انتقال کے بعد مولانا نے اپنے خاص مرید حضرت حسام الدین چلپی کو اپنا ہمراز اور مصاحب بنا لیا اور تاحیات انکی صحبت سے دل کی تسکین دیتے رہے مولانا رومی حضرت حسام الدین چلپی کا مرشد و پیر جیسا احترام کرتے تھے حتیٰ کہ لوگ حسام الدین چلپی کو مولانا کا پیر سمجھنے لگے مولانا رومی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب مثنوی ان ہی کے اصرار اور خواہش پر لکھی مولانا ندوی کے بقول یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ ''مثنوی شریف کا وجود میں آنا آپ ہی کی وجہ سے ہوا''

مولانا رومی کی وفات سے قبل ۶۷۲ھ میں قونیہ میں بڑے زوردار زلزلے آئے اور چالیس دن تک اس کے جھٹکے محسوس کیے جاتے رہے مولانا نے فرمایا کہ زمین بھوکی ہے اور لقمہ تر چاہتی ہے چنانچہ چند دنوں کے بعد آپ بیمار ہو گئے ماہر اور تجربہ کار اطباء نے علاج کیا ''مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' غرض ۵ ر جمادی الثانی، بروز اتوار ۶۸۲ھ غروب آفتاب کے وقت آپ کی وفات ہوئی یوں علم و فضل کا یہ چمکتا آفتاب ہمیشہ کیلئے نظروں سے روپوش ہوگیا آپ ۶۸ برس عمر پائی آپ کا جنازہ میں امیر و فقیر، شاہ و گدا سبھی شامل تھے شیخ صدر الدین نماز جنازہ پڑھنے کیلئے آگے بڑھے مگر شدت غم کی وجہ سے چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے چنانچہ اس کے بعد قاضی سراج الدین نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مولانا کی وصیت کے بعد حضرت حسام الدین چلپی آپ کے جانشین اور خلیفہ مقرر ہوئے آپ نے دو فرزند چھوڑے، ایک علاؤالدین محمد، دوسرے سلطان ولد حضرت حسام الدین چلپی نے جب

۶۸۴ھ میں انتقال فرمایا تو ان کے بعد سلطان سند خلافت پر جلوہ افروز ہوئے۔

مولانا رومی کے تصانیف میں سے ایک تصنیف فیہ مافیہ ہے جو ان کے خطوط کا مجموعہ ہے اس کے علاوہ پچاس ہزار اشعار پر مشتمل دیوان بھی آپ سے یادگار ہے اس دیوان کو اکثر لوگ شمس تبریزی کا دیوان خیال کرتے ہیں مگر یہ قطعاً غلط ہے وجہ مغالطہ یہ ہے کہ مولانا نے اکثر غزلوں کو مقطع میں شمس تبریزی کا نام ڈال دیا ہے مولانا کی تیسری تصنیف مثنوی ہے جن کی بدولت آپ کو عالم گیر شہرت حاصل ہوئی آپ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں ہوں۔

شہرہ آفاق تصنیف مثنوی:

دولت غزنویہ ہی کے آخر میں حکیم سنائی نے حدیقہ نامی کتاب لکھی ،تصوف کے موضوع پر یہ پہلی منظوم کتاب تھی ، اس کے بعد خواجہ فرید الدین عطار نے کئی مثنویاں لکھیں ، جن میں منطق الطیر کو زیادہ قبول عام نصیب ہوا ایک دن ایک خاص کیفیت میں مثنوی کے ابتدائی اشعار مولانا رومی کے زبان سے نکل گئے پھر حضرت حسام الدین چلپی نے شدید اصرار کیا کہ مثنوی کی تکمیل کی جائے ، چنانچہ مولانا نے پورے چھ دفتر لکھ ڈالے مثنوی کی تصنیف کے دوران کئی بار وقفے بھی پڑے جن کی جانب مولانا نے خود بھی اشارہ کیا ہے۔ مدتے ایں مثنوی تاخیر شد مہلتے بایست تا خوں شیر شد

مشہور یہ ہے کہ مولانا نے چھٹا دفتر ادھورا چھوڑ دیا تھا اور یہ فرما دیا تھا۔

باقی ایں گفتہ آید بے زباں در دل ہر کس کہ دار دنور جاں

مفکر اسلام مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ مثنوی کے اثر کے عنوان سے رقم طراز ہیں کہ:

”مثنوی نے عالم اسلام کے افکار و ادبیات پر بڑا گہرا اور دیر پا اثر ڈالا ، اسلامی ادب میں ایسی شاذ و نادر کتابیں ملیں گی ، جنہوں نے عالم اسلام کے اتنے وسیع حلقہ کو اتنی طویل مدت تک متاثر رکھا ہو ، چھ صدیوں سے مسلسل دنیائے اسلام کے عقلی ، علمی ، ادبی حلقے اس کے نغموں سے گونج رہے ہیں ، اور وہ دماغ کو نئی روشنی اور دلوں کو نئی حرارت بخش رہی ہے اس سے ہر دور میں شاعروں کو نئے مضامین ، نئی زبان ، نیا اسلوب ملتا رہا ، اور وہ ان کے قوائے فکر اور ادبی صلاحیتوں کو ابھارتی رہی معلمین و متکلمین کو اپنے زمانہ کے سوالات و شبہات کو حل کرنے کیلئے اس سے نئے نئے دلائل ، دل نشین مثالیں ، دل آویز حکایتیں اور جواب کی نئی نئی راہیں ملتی رہیں اور وہ اسکے سہارے اپنے زمانہ کی بے چین طبیعتوں اور ذہین نوجوانوں کو مطمئن کرتے رہے اہل سلوک و معرفت کو اس سے عارفانہ مضامین ، دقیق و عمیق علوم

اور سب سے بڑھ کر محبت کا پیغام اور سوز و گداز اور جذب و مستی کا سامان ملتا رہا اور وہ ان کی خلوتوں اور انجمنوں کو صدیوں تڑپاتی اور گرماتی رہی اس لئے ہر دور کے اہل محبت اور اہل معرفت نے اس کو شمع محفل اور ترجمان دل بنا کر رکھا (تاریخ دعوت وعزیمت، ص ۳۹۷، ج ۱)

ایران کی چار کتب کو بے نظیر شہرت اور مقبولیت حاصل ہوئی شاہ نامہ فردوسی، گلستان سعدی، دیوان حافظ اور مثنوی پھر ان چار کتابوں میں مثنوی کو جو عالم گیر شہرت حاصل ہوئی وہ کسی دوسری کتاب کو حاصل نہ ہوسکی اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ علماء کی سب سے زیادہ تعداد نے مثنوی کی طرف اعتناء کیا ہے اور اس کی توضیح وتشریح کی اپنے اپنے انداز میں خدمت کی ہے۔

مثنوی کی بڑی ضخیم شرحیں لکھی گئی ہیں جن کا ذکر کشف الظنون میں ہے اس کے علاوہ مولانا شبلی نعمانیؒ نے اپنی کتاب سوانح مولانا روم میں محمد افضل الہ آبادی، ولی محمد، مولانا عبدالعلی بحرالعلوم، اور محمد رضا کی شرحوں کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ مولانا محمد نذیر عرشیؒ نے مفتاح العلوم کے نام سات ضخیم جلدوں میں مثنوی کی شرح فرمائی، یہ شرح بڑے ادیبانہ انداز میں لکھی گئی ہے اور اس سے خاص و عام یکساں طور پر مستفید ہوسکتے ہیں مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کلید مثنوی کے نام سے بارہ جلدوں میں نہایت علمی شرح لکھی ہے نیز مرآۃ المثنوی از جناب تلمند حسین اور تشبیہات رومی از ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم بھی قابل قدر کتابیں ہیں۔ اقبال نے عصر حاضر کے نوجوانوں کو کیا خوب نصیحت کی ہے۔

پیر رومی را رفیق راہ ساز   تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

زانکہ رومی مغز را داند زپوست   پائے او محکم فتد در کوئے درست

دارالعلوم حقانیہ کا اعزاز اور مولانا سمیع الحق صاحب کی علم دوستی:

علوم دینیہ کی عظیم درس گاہ دارالعلوم حقانیہ کو جہاں اللہ تعالیٰ نے دیگر کئی خصوصیات اور امتیازات سے نوازا ہے وہیں س کو یہ منفرد اعزاز بھی حاصل ہے کہ جو علوم وفنون متروک ہو چکے ہیں اور جن کتابوں کو اہل مدارس نے پس پشت ڈال دیا ہے دارالعلوم حقانیہ ان علوم وفنون اور کتابوں کے تن مردہ میں از سر نو روح پھونک رہی ہے اور ان کو زندہ و جاوید بنانے کی طاقت بھر کوشش کر رہی ہے اور یہ صرف دارالعلوم حقانیہ ہی کا خاصہ ہے۔   تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

حالانکہ ام المدارس دارالعلوم دیوبند میں قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اس کو درساً درساً پڑھایا کرتے تھے انکے بعد شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ نے اسکا درس جاری رکھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دارالعلوم حقانیہ کے لائق و فائق مدرس حضرت العلامہ مولانا فیض الرحمٰن مدظلہ نے میدان عمل میں قدم رکھا اور اپنے اسلاف کی گم شدہ میراث کا سراغ لگالیا، اور مثنوی کا درس خارجی اوقات میں دینا شروع کردیا۔

دارالعلوم حقانیہ کے اس کارنامے کا سہرا مہتمم دارالعلوم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب زیدمجد کے سر ہے، جن کی خصوصی توجہ اور ذاتی دل چسپی سے یہ مبارک سلسلہ شروع ہوا یہ ان کی علم دوستی اور حسن اہتمام کی بین دلیل ہے۔

مثنوی میں مولانا فیض الرحمٰن صاحب کا اندازِ تدریس:

شیخ الادب والمنطق حضرت العلامہ مولانا فیض الرحمٰن صاحب مدظلہ دارالعلوم حقانیہ کے ہونہار فرزند اور لائق مدرس ہیں، تقریباً ۱۳ برس سے یہاں تشنگان علوم و فنون کے احیاء میں خاصے سرگرم ہیں جلاء الفراستہ شرح دیوان الحماسۃ، الارشاد الی تحقیق بانت سعاد اور الہام الباری شرح قطبی جیسی وقیع کتابوں کے مصنف ہیں اپنی متعلقہ کتابوں کے علاوہ خارجی اوقات میں حجۃ اللہ البالغۃ، بدء الامالی، گلستان و بوستان، مثنوی، دیوان حافظ، محمود نامہ اور دیگر کتابیں بھی پڑھاتے ہیں یہ وہ کتابیں ہیں جو مدارس میں متروک ہو چکی ہیں۔

مثنوی کیساتھ آپکو خاص شغف ہے آپ کا مثنوی پڑھانے کا انداز نہایت نرالا ہے سب سے پہلے سبق کا جامع خلاصہ چند الفاظ میں پیش کردیتے ہیں اس کے بعد اپنے مخصوص ترنم کے ساتھ نہایت شیریں آواز اور پرسوز انداز میں شعر پڑھتے ہیں اگر شعر میں مشکل اور وضاحت طلب الفاظ ہوں تو ان کی مکمل تحقیق و توضیح کردیتے ہیں اور آخر میں نہایت سادہ اور روان ترجمہ بیان فرمادیتے ہیں۔

عبارت کی صحت اور شعر پڑھنے کے طرز و انداز پر خصوصی نظر رکھتے ہیں درس ایسی جگہ ختم کرتے ہیں کہ شاگرد اگلے درس میں شرکت کیلئے بے چین و بے قرار ہو جاتا ہے اور ایک ایک لحہ گن کر اگلے درس کا انتظار کرتا ہے۔ .... اس کے علاوہ آپ کا درس دل چسپ مثالوں، دل آویز حکایتوں، پرلطف چٹکلوں اور فارسی اردو پشتو کے لاجواب اشعار کا مجموعہ ہوتا ہے عام سی بات میں ایسا مزاح بھر دیتے ہیں کہ محفل کشت زعفران بن جاتی ہے آپ کے درس میں گھنٹوں مسلسل بیٹھنے والا کسی قسم کی اکتاہٹ اور تھکاوٹ محسوس نہیں کرتا بلکہ جس طرح شروع میں تازہ دم ہوتا ہے اسی طرح آخر میں بھی فرحت و انبساط محسوس کرتا ہے جی چاہتا ہے کہ آپ بولتے رہیں اور ہمہ تن گوش بن کر سنتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے علم و عمل میں مزید برکت دے اور آپ کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم و دائم رکھے۔